

حضرت مولانا سید محمد رفیع حسنی ندوی

صدر اعلیٰ اسلامیہ پریس لاہور

مغربی استعمار کا فکری و ثقافتی تسلط

عالم اسلام تقریباً ایک صدی سے یہودی اور مغربی استعماری طاقتوں کے سازشی ٹکجنہ میں پھنسا ہوا ہے۔ مغربی استعمار کا عسکری تسلط اگرچہ آزادی کی جدوجہد کے نتیجے میں تقریباً مٹ چکا ہے لیکن سیاسی اور اقتصادی ذرائع سے غلبہ و تسلط قائم ہے اور سب سے بڑھ کر استعماری و صہیونی طاقتوں کی طرف سے ذہنوں کو بدلنے اور ذہنی و فکری غلامی مسلط کر دینے کا عمل نہایت شاطرانہ انداز میں چل رہا ہے، چنانچہ عالم اسلام کے باشندوں سے اسلامی جذبہ کے اثرات کم کرنے کے لیے آپس میں وہ ایک دوسرے کے معاون ہیں، انہوں نے اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مؤثر طریقے اور کارگر ذرائع ابلاغ اور تعلیمی وسائل اختیار کیے ہیں جو نسلوں کو ان کی ابتدائی عمر سے ہی متاثر کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات ہر ایک کے مشاہدے میں ہے کہ موجودہ نسلیں ان وسائل کے اثر سے بہت زیادہ ذہنی انتشار اور اپنی جہی جمائی مضبوط قدروں سے دوری میں مبتلا ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں باتصویر میڈیا بہت زیادہ اثر انگیز ذریعہ بن رہا ہے جو ہمہ وقتی پروگرام کے ساتھ لوگوں کے گھروں میں زندگی کی ایک ضرورت بن کر داخل ہو چکا ہے۔ وہ خاص طور پر لوگوں کے فرصت کے اوقات ان کے تفریح طبع کے سامان کی حیثیت سے اپنے ہا مقصد اثرات منتقل کرتا ہے۔ اس کے پروگرام نئی نسلوں کی قدیم روایات کو متزلزل کرنے اور ان کی ثقافت اور مذہبی خیالات کو نئی نسل کے ذہنوں سے دور کرنے کا اہم رول ادا کرتے ہیں اس طرح مغرب کے پیش کردہ وہ تصورات جو مشرق کے دل و دماغ سے ہم آہنگی نہیں رکھتے۔ مشرق کے نوجوانوں کے دل و دماغ پر حاوی ہوتے جاتے ہیں۔ خواہ وہ اخلاقی اقدار کے دائرہ کے ہوں یا عادات و اطوار کے دائرے کے، وہ مذہبی عقائد سے تعلق رکھتے ہوں یا انسانی احساسات و جذبات سے تعلق رکھتے ہوں۔ مغرب کے باتصویر ذرائع ابلاغ نے سب سے زیادہ جو نقصان پہنچایا ہے وہ اخلاقی دائرہ کا رہا ہے۔ جن میں مشرقی شرم و حیا اور جرم و خطا کی ناپسندیدگی اور اپنے کو ایسے کسی الزام سے بچائے رکھنے کی کوشش خاص طور پر قابل ذکر ہے، اس سلسلے میں مغربی میڈیا کے اثر سے جو بے حسی پیدا ہو رہی ہے اسی کا اثر ہے کہ آج کا نوجوان اپنے والدین کے سامنے ٹی وی کے اسکرین

دراصل یہ ایک صہیونی سازش ہے جیسا کہ ان کے پروٹوکول کی ہدایات سے پتہ چلتا ہے اس صہیونی سازش کو پہلے عیسائی دنیا پر کامیابی ملی پھر اس سے متاثر عیسائی سوسائٹی اس کی ہم نوائی گئی اور پھر وہ دونوں مشرقی اقوام میں اس طرح کے اثرات بڑھانے کے لیے ایک دوسرے کے مدد و معاون ہو گئے۔ حتیٰ کہ روس کے زوال کے بعد دونوں کا اصل نشانہ خاص طور پر مسلمان معاشرہ کو بنایا گیا، اس سازش کے مرتب کرنے والوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی فکر و خیال سے برگشتہ کرنے والی نئی نئی اصطلاحات ایجاد کیں، جو مسلمان اسلامی اقدار و تشخص کے ساتھ جینا چاہتا ہے اس کو ان اصطلاحات کے ذریعہ مطعون و مبغوض بناتے ہیں۔ مغربی ارباب سیاست اور مفکرین اسلامی زندگی کو پسند کرنے والے افراد کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔ اس میں بنیاد پرستی کا برا پہلو ابھارتے ہیں جس سے پس ماندہ ذہنیت اور ہٹ دھرمی کا اشارہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا کر دیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مذہبی فرائض کا التزام کرے اس کو بنیاد پرست کہہ کر مطعون کرے۔

اگر وہ اس طعنہ و زیادتی پر ماکواری ظاہر کرے تو اس کو دہشت گردی اور شدت پسندی کا الزام دیتے ہیں، بلکہ سنجیدگی کے ساتھ مذہب پر عمل کرنے والوں اور مذہبی اقدار و ثقافتی روایات کی حفاظت کرنے والوں اور دینی جوش و جذبہ سے سرشار افراد کو کھلے طریقے سے دہشت گرد قرار دیتے ہیں، پھر اسی فرضی الزام و اتہام پر انہیں گرفتار کر کے جیل کی سلاخوں کے اندر تک پہنچا دیتے ہیں اور اگر وہ سختی سے ماکواری دکھائیں تو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں اور نئے نئے نفسیاتی طریقوں سے ان کے دل و دماغ کو ان کے پاکیزہ اور مذہبی معاملات سے وابستگی و محبت کو یکسر صاف کر دینا چاہتے ہیں اور جب تک وہ اپنی دینی فکر اور اس کی وفاداری سے تائب نہیں ہو جاتے انہیں رہا نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ دل سے یا منافقت کا طریقہ اختیار کر کے اپنے عقیدہ و مذہب سے کنارہ کش نہ ہو جائے۔

اس طرح کا رویہ اختیار کر کے اسلام دشمن عناصر اس خوش فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ انہوں نے مسلم نوجوانوں کے دلوں سے دینی فکر کے اثرات کو اکھاڑ پھینکا ہے، لیکن جب یہ نوجوان ان سلاخوں کے باہر آتے ہیں تو ان کے دل ان ظالموں کے خلاف نفرت اور عداوت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور جب ان کے بھائیوں، دوستوں اور ہم وطنوں کو جیل میں ان کو پہنچی تکلیفوں کا علم ہوتا ہے تو ان میں بھی سخت و غصہ و تنہر پیدا ہو جاتا ہے اور یہی چیز جب حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو ان نوجوانوں میں اس ظلم و زیادتی کے خلاف انتقامی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، انجام کار وہ اس غصہ کی بنا پر انتقام پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے دنیا کے مختلف حصوں میں حادثات رونما ہوتے ہیں اور جھڑپیں ہوتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان جھڑپوں اور واقعات کا ذمہ دار کون ہے؟ جب تک نوجوانوں کو بھڑکانے کے اسباب موجود ہیں اس کے نتائج بہر حال سامنے آتے رہیں گے۔ اس لیے مغربی مفکرین اور ظالم سیاسی لیڈروں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جس چیز کو مذہبی دہشت گردی کہتے ہیں اس کی صحیح صورت حال اور اس کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کریں اور وہ اس مرض کا صحیح علاج تلاش کریں، اور ان اسباب کو دور کریں جو لوگوں میں رد عمل کے طور پر غصہ اور گرمی پیدا کرتے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اپنی طاقتوں کو غیر حقیقی باتوں میں ضائع کریں جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ نوجوانوں کے اندر بغض و تشدد محض اس ظلم و زیادتی کی ناپسندیدگی اور رد عمل کے نتیجہ میں پروان چڑھتا ہے جو مذہب پسندوں کے دلوں میں پائی جانے والی مذہب کی بالادستی کو ختم کرنے کے لیے ان پر کیا جاتا ہے۔ اور ان کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں اور اس سب کے برعکس ان مغربی طاقتوں کا اسرائیل اور عیسائیوں کے ساتھ معاملہ بالکل جدا ہے۔ ان کے ساتھ پوری رواداری اور رعایت ہے۔ اس کے مقابلہ میں مشرقی مسلمانوں اور عرب ملکوں کے ساتھ ان کا سلوک بالکل سخت اور جارحانہ ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اسرائیل کی سیاست © rasailojaraid.com بلکہ مذہبی و نسلی جارحیت پر عمل

پایا جاتا ہے۔ لیکن مغرب ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا۔ یہودی مذہب کے ماننے والے یورپ کے اکثر ملکوں میں موجود ہیں۔ اور وہ میڈیا، اقتصاد اور قانون ساز مراکز میں پروان چڑھ رہے ہیں، اور اپنے اعمال و کردار میں مذہبی اصول و اقدار پر عمل کرتے ہیں۔ اور خود حکومت اسرائیل محض مذہبی و نسلی تعصب کی بنیاد پر قائم ہوئی۔ ان لوگوں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی کہ انھوں نے دوسروں کی زمین کو غصب کیا۔ اور اپنی طاقت کے ذریعہ انہیں زیر نگین کرنے کے بعد وہاں اپنی حکومت قائم کر لی اور اس کو اپنا وطن بنالیا۔ اور وہاں کے اصل باشندوں کو جلا وطن کر دیا۔ صرف یہی نہیں کہ یورپ نے ان کو بنیاد پرست یا دہشت گرد قرار نہیں دیا بلکہ اس نے ان لوگوں کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ جب ہم گہرائی کے ساتھ غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دہشت گردی ان لوگوں کے نزدیک وہی ہے جس میں صرف مسلم قوم کو مورد الزام بنایا جاسکتا ہو اور تعصب بھی ان کی نگاہ میں صرف وہی ہے جس کا نشانہ مسلمان بنایا جاسکتا ہو۔

اس وقت مسلمان اس روئے زمین پر پھیلی ہوئی تمام اقوام عالم کی مشترکہ دشمنی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہی حق کو اپنانے اور اعلیٰ انسانی اخلاق سے مزین و آراستہ ہونے کی دعوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس وقت تک بے راہ روی نفس پرستی اور گھٹیا خواہشات پوری کرنے کا خواب ادھورا رہ جاتا ہے، جب تک کہ اسلام اور مسلمانوں کے ذریعہ انسانی اخلاق و اقدار کا قلع قمع نہ کر دیا جائے، اسی وجہ سے مسلمان تمام قوموں کا ایسا مشترک دشمن سمجھا جانے لگا ہے کہ سبھی اسے نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔ خواہ وہ مغربی تہذیب کے لیڈر ہوں یا مشرق و مغرب میں اس کے دلدادہ افراد، ان کا بنیادی نظریہ ہے کہ دنیا میں تمام حدود و قیود سے آزادی ہونی چاہئے اسی کو سیکولرزم سمجھ لیا گیا ہے اور خاص طور سے مسلمانوں کو ان کے مذہب سے دور کرنا اصل سیکولرزم ہے۔ ہم اس سیکولرزم کی شکلوں کو ترکی، فرانس وغیرہ میں اسی یک طرفہ قسم کی پاتے ہیں۔ اس میں عیسائی اور یہودی عورتوں کو پورا اختیار ہے جو بھی لباس استعمال کرنا چاہیں استعمال کریں، مسلم عورتوں کے لیے یہ تو آزادی ہے کہ وہ عیسائی، یہودی یا دیگر خواتین کی نقل کریں۔ ان کا جیسا لباس پہنیں ان کی جیسی رسمیں اختیار کریں، لیکن اسلام کا لباس یا اس کی رسمیں اختیار نہیں کر سکتیں، وہ اگر اپنے سر پر کوئی رومال بھی ڈال لیں تو یہ عمل دہشت گردی اور بنیاد پرستی کے زمرے میں آ جاتا ہے۔ اور اس کو سرکشی، نافرمانی اور ملک کے دستور کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

آخر یہ کیا چیز ہے اور کب تک لوگ اس سے دھوکہ کھاتے رہیں گے، کیا اس کو آزادی سے تعبیر کیا جائے گا؟ کیا یہی ڈیموکریسی ہے، یہی سیکولرزم ہے یا مساوات انسانی ہے؟ یہ سب ترقی یافتہ تہذیب کے زیر سایہ ہو رہا ہے۔ اور دنیا اس خوش فہمی میں ہے کہ دنیا میں کسی قوم کو اس طرح انصاف نہیں مل سکا جیسا کہ اس تہذیب جدید میں مل رہا ہے۔